

’نفسِ اسول‘ مترادف الفاظ کی کثرت وغیرہ ایسی خصوصیات ہیں جو اردو کو دنیا کی ساری زبانوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ اس کی مقبولیت کی راہیں کھولتی ہیں اور اس کے سمجھنے اور بولنے والوں کا سر فخر سے اونچا کر دیتی ہے۔“

اردو کے آغاز کے بارے میں محققین نے مختلف نظریات پیش کئے۔

۱۔ زبانِ اردو کے ابتداء آغاز کے بارے میں کئی مختلف و متضاد نظریات ملتے ہیں۔ یہ نظریات آپس میں اس حد تک متضاد ہیں کہ ایک مبتدی چکر اکر رہ جاتا ہے۔ ان مشہور نظریات میں ایک بات البتہ مشترک ہے کہ ان میں اردو کی ابتداء کی بنیاد برصغیر پاک و ہند میں مسلمان فاتحین کی آمد پر رکھی گئی ہے اور بنیادی استدلال یہ ہے کہ اردو زبان کا آغاز مسلمان فاتحین کی ہند میں آمد اور مقامی لوگوں سے میل جول اور مقامی زبان پر اثرات و تاثر سے ہوا اور ایک نئی زبان معرض وجود میں آئی جو بعد میں اردو کہلائی۔ کچھ ماہرین لسانیات نے اردو کی ابتداء کا سراغ قدیم آریاؤں کے زمانے میں لگانے کی کوشش کی ہے۔ بہر طور اردو زبان کے ابتداء کے بارے میں کوئی حتمی بات کہنا ذرا مشکل ہے۔

اگر اردو کے متعلق نظریات کو دیکھا جائے تو وہ نمایاں طور پر چار مختلف نظریات کی شکل میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔

دکن میں اردو

تفسیر الدین ہاشمی اردو زبان کا سراغ دکن میں لگاتے ہیں۔ ان کا بنیادی استدلال یہ ہے کہ طلوع اسلام سے بہت پہلے عرب تاجر ہندوستان میں مالا بار کے ساحلوں پر بغرض تجارت آتے تھے۔ تجارت کے ضمن میں ان کے تعلقات مقامی لوگوں سے یقیناً ہوتے تھے۔ روزمرہ کی گفتگو اور لین دین کے معاملات میں یقیناً انہیں زبان کا مسئلہ درپیش ہوگا۔ اس میل ملاپ اور اختلاط و ارتباط کی بنیاد پر مولانا

سیرالدین ہاشمی نے یہ نظریہ ترتیب دیا ہے کہ اس قدیم زمانے میں جو زبان عربی اور دکن کے مقامی لوگوں کے مابین مشترک وسیلہ اظہار قرار پائی وہ اردو کی ابتدائی صورت ہے۔ جدید تحقیقات کی روشنی میں یہ نظریہ قابل قبول نہیں۔

سندھ میں اردو

یہ نظریہ سید سلیمان ندوی کا ہے کہ جس کے تحت ان کا خیال ہے کہ مسلمان فاتحین جب سندھ پر حملہ آور ہوئے اور یہاں کچھ عرصہ تک ان کی باقاعدہ حکومت بھی رہی تو اس دور میں مقامی لوگوں سے اختلاط وارتباط کے نتیجے میں جو زبان وجود پذیر ہوئی وہ اردو کی ابتدائی شکل تھی۔ ان کے خیال میں:

”مسلمان سب سے پہلے سندھ میں پہنچتے ہیں اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ جس کو ہم آج اردو کہتے ہیں اس کا ہیولی اسی وادی سندھ میں تیار ہوا ہوگا۔“

اس میں شک نہیں کہ سندھ میں مسلمانوں کی تہذیب و معاشرت اور تمدن و کلچر کا اثر مستقل اثرات کا حامل ہے۔ مقامی لوگوں کی زبان لباس اور رہن سہن میں دیر پا اور واضح تغیرات سامنے آئے ہیں بلکہ عربی زبان و تہذیب کے اثرات سندھ میں آج تک دیکھے اور محسوس کئے جاسکتے ہیں۔ آج تک سندھی زبان میں عربی کے الفاظ کی تعداد پاکستان و ہند کی دوسری تمام زبانوں کی نسبت زیادہ ہے۔ اس کا رسم الخط بھی عربی سے بلا واسطہ طور پر متاثر ہوا ہے۔ عربی اثرات کی گہرائی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ بعض مورخین کے نزدیک دوسری زبانوں میں جہاں ویسی زبانوں کے الفاظ مستعمل ہیں وہاں سندھی میں عربی الفاظ آتے ہیں مثال کے طور پر سندھی میں پیاز کو ”جبل“ اور پیاز کو ”بلسل“ کہنا لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ اثرات زبان میں الفاظ کے دخول سے آگے نہ بڑھ سکے۔ اس لیے کوئی مشترک زبان

پیدا نہ ہو سکی۔ یہی وجہ ہے کہ سید سیدان نوری اپنے اس دعوے کا کوئی 'قول ثبوت' نہیں دے سکے۔

پنجاب میں اردو

محمود شیرانی کا نظریہ: پروفیسر حافظ محمود شیرانی اپنی کتاب ”پنجاب میں اردو“ میں لکھتے ہیں جب ہم اردو کے ڈول اس کی ساخت اور وضع قطع کو دیکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا ڈھنگ اور ہے اور برج بھاشا کا رنگ اور ہے۔ دونوں کے قواعد و ضوابط و اصول مختلف ہیں۔ آئے تجاں کر فرماتے ہیں: اردو برج بھاشا کے مقابلے میں پنجابی بالخصوص ملتان سے مماثلت قرینہ رکھتی ہے۔ اپنے اس نظریے کے